مذہب کی غرض حصول تقویٰ ہے

(فرمودہ ۱۷/ فروری ۱۹۲۸ء بمقام پھیروچیچی)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج میری طبیعت ایسی نہ تھی کہ میں یہاں آسکتا لیکن یہاں کی جماعت کے اخلاص اور محبت نے مجھے مجبور کیا کہ اپنے وعدہ کے مطابق یہاں آؤں اور گو مختصر طور پر ہی کچھ بیان کر سکوں لیکن کچھ نہ کچھ آپ لوگوں کے سامنے بیان کروں۔ اسلام کی تعلیم اور اس کا مغز جہاں تک ہم دیکھتے ہیں تقویٰ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے اور اس میں خصوصیت پیدا کرتی ہے۔ دنیا میں مذہب بہت سے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن ان سب میں سے صرف ایک ہی سچا ہو سکتا ہے اور وہی مذہب سچا ہے جو تقویٰ اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔

پس جس غرض اور حقیقت کے لئے انسان ایک مذہب قبول کرتا ہے اس کے متعلق دیکھنا چاہئے کہ وہ اسے حاصل ہو رہی ہے یا نہیں۔ ہر سمجھدار اور عقلمند انسان جب کسی غرض اور مقصد کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اسے پورا کرکے واپس آتا ہے۔ ایک زمیندار جو چارہ کاٹنے کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے وہ چارہ کاٹ کر لاتا ہے۔ کوئی عقلمند ایسا نہیں جو گھر سے چارہ کاٹنے کے لئے نکلے لیکن باہر جاکر کسی درخت کے نیچے سو رہے اور خالی ہاتھ واپس آجائے یا کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی سمجھدار زمیندار گھر سے ہَل چلانے کے لئے جائے اور یونہی پھر پھرا کر واپس آجائے۔ اسی طرح جب انسان کوئی مذہب قبول کرتا ہے اور خصوصاً ایسا مذہب جس کے لئے اسے اپنے عزیزوں اپنے دوستوں کو چھوڑنا پڑے اسے خوب اچھی طرح دیکھنا چاہئے کہ جو مذہب کی غرض ہے وہ اسے حاصل ہو رہی ہے یا نہیں۔ ایک تو ایسا انسان ہوتا ہے کہ جس

مذہب میں پیدا ہوتا ہے وہی اپنا مذہب سمجھ لیتا ہے۔ مثلاً ہندوؤں کے گھر پیدا ہوتا ہے تو ہندو کہلاتا ہے' مسلمانوں کے گھر پیدا ہوتا ہے تو مسلمان کہلاتا ہے' عیسائیوں کے گھر پیدا ہوتا ہے تو عیسائی کہلاتا ہے لیکن ایک ایسا انسان ہوتا ہے جو ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا قبول کرتا ہے۔ اس کے ماں باپ عیسائی ہوتے ہیں مگر وہ مسلمان کہلانے لگ جاتا ہے یا وہ ہندوؤں کے گھر پیدا ہوتا ہے مگر مسلمان ہو جاتا ہے یا حنفیوں کے گھر پیدا ہوتا ہے مگر احمدی ہو جاتا ہے یا اہلحدیثوں کے گھر پیدا ہوتا ہے اور احمدی بن جاتا ہے یا اور مسلمانوں کے جو فرقے ہیں ان میں سے کسی میں پیدا ہوتا ہے اور احمدی ہو جاتا ہے۔ اس تبدیلی مذہب یا تبدیلی فرقہ سے اسے بڑی بڑی تکلیفیں اور خطرے پیش آتے ہیں۔ بعض دفعہ اسے دوستوں' رشتہ داروں' ماں باپ' بیوی بچوں' بہن اور بھائیوں سے جدا ہونا پڑتا ہے' بعض اوقات اسے وطن سے نکلنا پڑتا ہے' بعض اوقات جائداد سے محروم ہونا پڑتا ہے اور بعض دفعہ یہ سب تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں اور اسے سب کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ یہ کس لئے چھوڑتا ہے؟ مثلاً ایک شخص جو احمدی ہوتا ہے حنفیوں یا شیعوں یا اہل حدیثوں کو چھوڑ کر احمدی کہلاتا ہے۔ تو کیا یہ پانچ حرف ا-ح-م-د-ی- اپنے اندر ایسی خصوصیت رکھتے ہیں کہ ماں باپ' عزیزوں' رشتہ داروں' خویش واقارب کو چھوڑ دیا جائے۔ اگر سچے مذہب کے ماننے والوں کا نام خدا تعالیٰ عیسائی یا ہندو رکھ دیتا تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔ صرف نام سے کچھ نہیں بنتا۔ ایک شخص کا نام عبدالرحمٰن ہوتا ہے مگر کام وہ شیطان کے کرتا ہے۔ ایک اور شخص کا نام بہت معمولی ہوتا ہے مگر اس کے کام نہایت اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی کا نام جریر یعنی گھسیٹا تھا مگر وہ رسول کریم ﷺ کا بہت مقرب تھا پھر مسلمانوں میں جس تفسیر کا بہت رواج ہے اور جو بہت بڑی بھی ہے یعنی ۳۰ جلدوں میں ہے وہ ابن جریر کی لکھی ہوئی ہے۔ یعنی گھسیٹے کے بیٹے کی لکھی ہوئی۔ دیکھو ان کا نام کتنا معمولی تھا مگر خدا تعالیٰ نے انہیں یہ رتبہ دیا کہ دنیا کا معلم بنا دیا اور کروڑوں آدمی ان کی لکھی ہوئی تفسیر پڑھتے ہیں۔

تو صرف نام کے لئے کوئی احمدی نہیں ہوتا بلکہ کسی بات کے لئے اپنا مذہب تبدیل کرتا ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اس طرح خدا تعالیٰ کا قرب اور خشیت اور تقویٰ زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی غرض کے لئے وہ اپنا سب کچھ چھوڑتا ہے اور ہر طرح کی تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ لیکن اگر احمدی کہلا کر اس نے یہ بات حاصل نہ کی یا اس کے لئے کوشش نہیں کرتا تو دو باتوں میں سے

ایک ضرور ہے اول یہ ہے کہ وہ مذہب جسے قبول کرنے کی وجہ سے تقویٰ اور خشیت اللہ حاصل نہیں ہوتی وہ سچا نہیں یا یہ کہ مذہب تو سچا ہے مگر اس نے کوشش نہیں کی۔ اگر مذہب سچا نہیں تو اسے اپنے آپ کی فکر کرنی چاہئے کہ ادھر تو اس نے سب کچھ چھوڑا اور ادھر دین بھی نہ ملا۔ ایک شاعر کا مقولہ ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اور خدا کو جن کے لئے چھوڑا تھا وہ بھی نہ ملے۔ پس ایسا آدمی جو جھوٹے مذہب کو قبول کرتا ہے۔ ادھر تو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہو جاتا ہے' طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتا ہے اور ادھر خدا سے بھی دور رہتا ہے گویا وہ کسی جگہ کا نہ رہا۔ ایسے شخص کو چاہئے اگر اسے سچا مذہب نہیں ملتا تو ماں باپ کے مذہب میں ہی چلا جائے۔ خواہ مخواہ کیوں تکالیف اٹھاتا اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا رہتا ہے۔ لیکن اگر وہ مذہب سچا ہے جو اس نے قبول کیا ہے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو اسے تقویٰ اللہ نصیب ہونا چاہئے یا اگر تقویٰ نصیب نہیں ہوتا تو معلوم ہؤا وہ کوشش نہیں کرتا۔

دیکھو اگر ایک کمرہ میں کوئی چیز رکھی ہو اور کسی سے کہیں وہ اٹھا لاؤ مگر وہ کہے ملتی نہیں تو اسے کہیں گے تم نے اچھی طرح ڈھونڈا ہی نہیں کیونکہ چیز تو وہاں پڑی ہے ہم نے خود رکھی ہے۔ اسی طرح جو مذہب سچا ہوتا ہے اسے قبول کرنے سے کبھی انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں ناکام نہیں ہو سکتا اور اگر ناکام رہتا ہے تو معلوم ہؤا کہ اچھی طرح تلاش نہیں کی۔ پس جب کوئی سچا مذہب قبول کرتا ہے تو ضروری ہے اسے وہ چیز مل جائے جس کے لئے مذہب نازل کیا جاتا ہے۔ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص موسم پر ہل چلائے عمدہ بیج ڈالے اچھی طرح کھیتی کی غور و پرداخت کرے پھر غلہ نہ پیدا ہو۔ اگر غلہ نہ پیدا ہو تو اس کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ ضرور ہے کہ کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو اور مناسب تدابیر نہ کی گئی ہوں۔ مولانا روم فرماتے ہیں :-

گندم از گندم بروید جو ز جو

گندم ڈالو تو گندم اُگے گی اور اگر جو ڈالو تو جو اگیں گے۔ اس لئے کہتے ہیں :-

از مکافات عمل غافل مشو

اپنے کام کے نتائج سے غافل نہ ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا ایسا ہی نتیجہ نکلے گا جیسا کام

ہو گا۔

پس جب صحیح تدبیر کی جائے تو ممکن نہیں کہ درست نتیجہ نہ نکلے۔ اور جب نتیجہ نہ نکلے تو ماننا پڑے گا کہ صحیح تدبیر نہیں کی گئی اور اگر تدبیر بھی صحیح ہو تو معلوم ہؤا کوشش پوری نہیں کی گئی۔ اسی طرح جب کوئی مذہب قبول کرے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ اسے کیا حاصل ہؤا ہے۔ اگر کچھ نہ ملے تو وہ غور کرے کیوں نہیں ملا؟ مذہب کی غرض تقویٰ اللہ ہے۔ انسان دیکھے یہ اس میں پیدا ہؤا ہے یا نہیں۔ لوگوں سے لین دین میں' بیاہ شادی میں' ملنے جلنے میں' معاملات کرنے میں اسے اپنا ہی فائدہ مد نظر رہتا ہے یا خدا کا خوف بھی اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس کے دل میں ایسے موقعوں پر خدا کا خوف پیدا نہیں ہوتا اور وہ اپنے فائدہ کے لئے جائز و ناجائز کی کوئی پروا نہیں کرتا تو معلوم ہوا اس میں تقویٰ اللہ نہیں پیدا ہؤا۔ کیونکہ اگر تقویٰ اللہ پیدا ہو جائے تو اپنے حقوق قربان کر کے بھی دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے گا یا کم از کم دوسروں کے حقوق تو نہ مارے گا۔

ہماری جماعت کے لوگوں کو خاص طور پر دیکھنا چاہئے کہ ان میں تقویٰ اللہ پیدا ہؤا ہے یا نہیں۔ پنجابی مثل ہے اور بڑی سچی مثل ہے کہ "یار راہ پیا جانئے یا واہ پیا"۔ یعنی کسی کا یوں پتہ نہیں لگتا جب واسطہ پڑے تب اس کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ بسا اوقات انسان اپنے متعلق بھی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ ایک انسان سمجھتا ہے میں بڑا نیک اور متقی ہوں مگر جب کوئی وقت آتا ہے تو لالچ اور ظلم سے نہیں بچ سکتا تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے متعلق جو سمجھا تھا وہ درست نہ تھا۔

مشہور ہے ایک عورت تھی جس کی لڑکی بیمار ہو گئی اور ایسی بیمار ہوئی کہ بچنے کی امید نہ رہی اس عورت کا خیال تھا کہ اسے اپنی لڑکی سے بہت محبت ہے۔ مہستی اس کا نام تھا۔ اس نے اپنا نام لے لے کر دعا مانگنی شروع کی کہ مہستی مرجائے اور یہ لڑکی بچ جائے۔ ایک دن اتفاق ایسا ہؤا وہ تہجد کے وقت دعا مانگ رہی تھی کہ گھڑے یا کسی اور برتن میں کوئی کھانے کی چیز تھی جس میں گائے نے منہ ڈال دیا مگر نکالنا مشکل ہو گیا۔ وہ اسی طرح صحن میں ادھر ادھر پھرنے لگی۔ اندھیرے میں اس عورت نے سمجھا میری دعا قبول ہو گئی ہے اور عزرائیل میری جان نکالنے کے لئے آیا ہے۔ اس وقت اسے معلوم ہؤا مجھے اپنی لڑکی سے اتنی محبت نہیں تھی جتنی سمجھتی تھی۔ جب اس نے سمجھا جان نکالنے کے لئے فرشتہ آیا ہے تو کہنے لگی ملک الموت من نہ

مہستی ام- من پیر زال محنتی ام- یعنی میں وہ نہیں ہوں جس کی جان نکالنے کے لئے تم آئے ہو- اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی وہ ہے اس کی جان نکال لو- غرض یا تو وہ دعائیں مانگتی تھی کہ اس کی بیٹی بچ جائے اور اس کی بجائے وہ خود مرجائے- مگر جب اسے خیال آیا کہ ملک الموت آگیا ہے تو ساری محبت بھول گئی اور اسے معلوم ہو گیا کہ لڑکی سے اسے ایسی محبت نہیں ہے جیسی وہ خیال کرتی تھی- تو انسان بسا اوقات خیال کرتا ہے کہ اسے خدا کا قرب حاصل ہے مگر در اصل حاصل نہیں ہوتا- ہندوؤں میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں انہیں خدا مل گیا ہے مگر یہ صرف ان کا وہم ہوتا ہے تھوڑے دن ہوئے کچھ ہندو فقیر میرے پاس آئے- میں نے ان سے پوچھا تم کو کچھ حاصل بھی ہؤا ہے یا نہیں- کہنے لگے پالیا ہے- میں نے کہا کیا پالیا کہنے لگے جی بس پالیا ہے اور جب پالیا تو پھر کیا کا سوال ہی نہ رہا- اس قسم کی باتیں کرتے رہے- مگر یہ نہ بتا سکے کہ انھوں نے کیا پالیا ہے- پس ایسے لوگ ہوتے ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ انہیں خدا مل گیا ہے- مگر خدا تعالیٰ کے ملنے کے کوئی آثار ان سے ظاہر نہیں ہوتے- اسی طرح کئی آدمی خیال کرتے ہیں کہ انہیں تقویٰ حاصل ہو گیا ہے مگر جب معاملہ کا وقت آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تقویٰ حاصل ہؤا ہے یا نہیں-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تاریخی واقعہ موجود ہے- انجیل میں آتا ہے ان کا ایک شاگرد تھا جو اتنا مقرب تھا کہ ان کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا- حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ نے اس وقت بتایا اور انہوں نے اس کا اظہار کر دیا کہ مجھے پکڑوانے والا تم میں سے ہی ایک ہوگا- اس وقت اس شاگرد نے جو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور ایک ہی برتن میں ایک دفعہ اس کا ہاتھ پڑتا تھا اور ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا- اس نے کہا کیا کوئی ایسا کم بخت ہو سکتا ہے جو آپ کو پکڑوائے حضرت عیسیٰؑ نے کہا ہاں ہو سکتا ہے مگر وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ یہ نہیں ہو سکتا یہ ممکن نہیں- مگر جب وہ وہاں سے کھانا کھانے کے بعد اٹھا اور یہ پیشگوئی سن کر اٹھا تو باہر جاکر تیس (۳۰) روپے پر اس نے حضرت عیسیٰؑ کو پکڑوا دیا-[1] جب وہ کھانا کھا رہا تھا اس وقت اس نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا وہ سچ مچ خیال کرتا تھا کہ کوئی شاگرد ایسا نہیں ہو سکتا مگر تیس روپے جب اس کے سامنے آئے تو انہیں دیکھ کر پھسل گیا اور اس نے اپنے آقا کو پکڑوا دیا-

حضرت خلیفہ اول ایک مولوی کا قصہ سناتے جس نے ایک شادی شدہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ پڑھا دیا- آپ نے اسے ملامت کی کہ تم نے یہ کیا کیا وہ کہنے لگا مولوی صاحب آپ ملامت

کرنے میں جلد بازی نہ کریں پہلے میری بات تو سن لیں۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے مجھے اس پر رحم آگیا اور میں سمجھا زمینداروں کا گاؤں تھا ان لوگوں نے جبر کر کے اسے نکاح پڑھنے کے لئے مجبور کیا ہوگا مجھے اس کی بات سن لینی چاہیئے۔ میں نے پوچھا بتاؤ کیا ہؤا کہنے لگا آپ خیال کریں جب چڑی کے برابر روپیہ نکال کر انہوں نے میرے سامنے رکھ دیا تو پھر میں کیا کرتا۔ گویا ایک روپیہ سامنے آجانے کی وجہ سے اسے شریعت کے حکم کا کوئی خیال نہ رہا۔ پس تجربہ کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ کس میں کتنا ایمان ہے۔ کسی کا روپیہ دینا ہو تو اس کی ادائیگی کے وقت انسان دیکھے کہ ایمانداری سے کام لے رہا ہوں یا نہیں۔ کسی کے حقوق کا اس سے تعلق ہو تو دیکھے کہ حقوق ادا کر رہا ہوں یا نہیں۔ یا وراثت کا سوال ہے اس وقت دیکھے کسی کا حق تو نہیں دبایا ہؤا۔ شادی بیاہ کا معاملہ ہے اگر ان سب باتوں کے وقت خدا کی محبت اس کے دل میں غالب رہے اور وہ کوئی ناجائز بات نہ کرے تب سمجھے کہ اسے تقویٰ حاصل ہو گیا ہے ورنہ یوں خیالی تقویٰ سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے آدمی کی حالت بہت زیادہ خطرناک ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے اسے تقویٰ حاصل ہے حالانکہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ مرجاتا ہے پھر کوئی چارہ کار نہیں رہتا لیکن اگر زندگی میں اسے اپنی صحیح حالت کا پتہ لگ جاتا تو وہ اصلاح کر لیتا۔

پس ہر انسان کو ہر ایک معاملہ میں، لین دین میں، لڑکی لینے یا دینے میں، تقسیم وراثت میں، عزیزوں رشتہ داروں سے تعلقات میں، خدا تعالیٰ کی مخلوق سے سلوک کرنے میں یہ سوچنا چاہیئے کہ وہ کسی کا حق تو نہیں مار رہا۔ کوئی ناجائز بات تو نہیں کر رہا۔ گند تو نہیں بول رہا۔

ادھر کے گاؤں میں مَیں نے دیکھا ہے اس قدر گالیاں دی جاتی ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔ گالیاں دینے والے احمدی نہیں بلکہ دوسرے لوگ ہیں لیکن قادیان کے ارد گرد کے دوسرے لوگ بھی پہلے کی نسبت اب بہت کم گالیاں دیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے اثر سے اپنی اصلاح کر رہے ہیں لیکن ادھر جس گاؤں میں ہم گئے وہاں یہ نہیں کہ لڑائی جھگڑے اور غصہ کے وقت گالیاں دیتے ہوں بلکہ آپس میں محبت کی گفتگو کرتے ہوئے بھی گالیاں استعمال کرتے ہیں۔ شریعت تو غصہ کی حالت میں بھی گند بولنے سے منع کرتی ہے لیکن جو شخص یونہی گند بولتا ہے معلوم ہوتا ہے اس کی اخلاقی حالت بہت ہی گر گئی ہے اسے گند کا احساس ہی نہیں رہا۔ ایک شخص جو پھسل کر غلاظت میں جا پڑتا ہے وہ ایک حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے لیکن جو خود غلاظت کے ڈھیر پر جا بیٹھے اس کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ اسے گندگی کا احساس ہی نہیں رہا۔

پس جو شخص یونہی گند بولتا ہے معلوم ہوا اس کی فطرت ماری گئی ہے۔ ایک مؤمن کو ہر بات میں تقویٰ اور اخلاق فاصلہ مدنظر رکھنے چاہئیں تاکہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکے اور خدا تعالیٰ مل جائے۔ اور جسے خدا تعالیٰ مل جائے اسے اور کس چیز کی حاجت باقی رہ جاتی ہے خدا تعالیٰ کا ملنا ایسا ہے جیسے کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ کا ملنا۔ دیکھو اگر یہاں گاؤں والوں کو معلوم ہو کہ یہاں سے دس کوس کے فاصلہ پر ایک ایسا کنواں ہے جس میں کروڑوں روپیہ ہے تو پھیرو چیچی کے سارے لوگ اس کی طرف دوڑ پڑیں گے مگر ایک ایسا خزانہ جو کبھی نہ ختم ہونے والا ہے اس کی طرف بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے تعلق اور محبت کا خزانہ ہے۔ دنیوی خزانوں کی طرف لوگ دوڑتے ہیں اور غلط طور پر کسی نفع کی امید ہو تو بھی دوڑ پڑتے ہیں مگر آخرت کے خزانہ کے لئے جو یقینی طور پر مل سکتا ہے کم لوگ کوشش کرتے ہیں۔ عرب میں مشہور ہے کہ ایک نیم پاگل شخص تھا لڑکے اسے ستاتے جب وہ بہت تنگ آجاتا تو کہتا آج فلاں امیر کے ہاں دعوت ہے وہاں جاؤ۔ لڑکے یہ سن کر دوڑ پڑتے جب لڑکے چلے جاتے تو وہ خیال کرتا ممکن ہے وہاں دعوت ہو لڑکے کھالیں اور میں محروم رہ جاؤں یہ خیال کر کے وہ خود بھی ادھر دوڑ پڑتا۔ آگے سے لڑکے مایوس ہو کر آرہے ہوتے وہ اسے پکڑ لیتے اور خوب مارتے۔ پھر وہ کہتا پہلے میں نے یونہی کہا تھا مگر فلاں امیر کے ہاں ضرور دعوت ہے وہاں جاؤ۔ جب لڑکے ادھر جاتے تو وہ بھی ان کے پیچھے چل پڑتا اور پھر مار کھاتا۔ تو ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں جو غلط خبر کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ پھر ایسا عظیم الشان خزانہ جو کبھی ختم نہ ہو اور جس کا ملنا یقینی ہو اس کے لئے چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑ کر کوشش نہ کرنا کتنی بڑی نادانی ہے۔ دیکھو رسول کریم ﷺ سے لوگوں نے سب کچھ چھین لیا اسی طرح صحابہؓ سے بھی چھین لیا مگر خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں انہوں نے کسی بات کی پروا نہ کی آخر خدا تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دیا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی خدا تعالیٰ کے لئے سب کچھ چھوڑا اور باوجود اس کے کہ اپنے خاندان میں نصف حصہ کے مالک تھے آپ کی بھاوج جنہیں خدا تعالیٰ نے بعد میں احمدی ہونے کی توفیق دی سمجھتی تھیں کہ آپ مفت خورے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ دیا۔ اس حالت کا نقشہ آپ نے اس طرح کھینچا ہے۔

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ
وَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ

کہ ایک زمانہ تھا جب میں دوسروں کے ٹکڑوں پر بسر اوقات کرتا تھا مگر اب خدا نے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ ہزاروں لوگ میرے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں۔

جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اس کے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے اسے وہ ضائع نہیں کرتا۔ پس کسی نقصان یا خوف کی وجہ سے تقویٰ کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ روپے لینے یا دینے میں زمین لینے یا دینے میں۔ اسی طرح اور دوسرے معاملات میں تقویٰ مد نظر رکھنا چاہئے۔ دیکھو یہ بنئے جن کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا انہوں نے خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کیا تو اپنے گھر بھر لئے۔ مسلمانوں نے سستی کی اور وہ کنگال ہو گئے۔ اگرچہ اسلام نے سود لینا یا دینا جائز نہیں رکھا لیکن اور ہزاروں تدبیریں رکھی ہیں جن پر عمل کر کے انسان رزق پیدا کر سکتا ہے۔ خود بھی آرام حاصل کر سکتا ہے اور خدا کے بندوں کی بھی خدمت کر سکتا ہے لیکن اگر حرام مال حاصل کیا جائے تو وہ پہلے مال کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔

پس ہر حالت میں تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے یہی احمدیت کی غرض ہے۔ اگر کسی کو تقویٰ حاصل نہ ہو تو اسے سمجھنا چاہئے ابھی اور کوشش کی ضرورت ہے۔

(الفضل ۲۴/ فروری ۱۹۲۸ء)

[1] متی باب ۲۶ آیت ۱۴ تا ۲۵ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزاپور مطبوعہ ۱۸۷۰ء (مفہوماً)